کتاب الاصل (المبسوط) از امام محمد کا تعارف، منہج واسلوب

Ktāb Ālāṣl (Āl-mbswṭ) by Imam Muhammad Introduction, method and style

Ayaz Akhter
PhD Scholar, Institute of Islamic Studies & Sharia, MY University, Islamabad, Pakistan:
ayaz502000@gmail.com

Dr. Hafiz Mohsin Zia Qazi
Associate Professor / Director, Institute of Islamic Studies & Sharia, MY University, Islamabad, Pakistan:
hod.islamicstudies@myu.edu.pk

Farah Sadique
M.Phil. Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Pakistan:
naeemulirfan@gmail.com

Abstract:

The book of Imam Muhammad rahimahullah is one of the most important books of Islam. Rather, it is an encyclopedia of jurisprudence. By studying it, it is understood that Imam Muhammad was an ocean of knowledge. Imam Muhammad has written all the chapters of this book separately, such as Kitab al-Salah, Kitab al-Zaqa, Kitab al-Baye, etc., then all together named Kitab al-asal, which is also called the Al-mabsoot Imam Muhammad. In the books of jurisprudence, what is said in the said Muhammad fi Kitab al-Bay'ah or said Muhammad fi Kitab al-Sal'ah refers to the same chapters of this book. It is a well-known fact about this book that a Christian scholar became a Muslim after studying it. Imam Shafi'i had memorized this book and has included it in his Kiab ul Umm. Maulana Abu Al-Wafa Afghani researched this book and presented it to us. The book was published in five volumes.

Keywords: *Muhammad Bin Hassan Al-Shaibani, Fiqh, Al-Mabsoot, Fiqh Hanfi, Islamic Fiqh.*

کتاب الاصل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی اہم ترین اور سب سے بڑی تصنیف ہے۔ بلکہ فقہ کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام محمد علم کا سمندر تھے ۔ امام محمد نے اس کتاب کے تمام ابواب الگ الگ تصنیف کیے ہیں، مثلا: كتاب الصلوٰة، كتاب الزكوٰة، كتاب البيوع وغیرہ، پھر سب کو اکٹھا کر کے کتاب الاصل نام رکھا، لوگ اسی کو امام محمد کی مبسوط بھی کہتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں جو آتا ہے کہ قال محمد في كتاب البيوع یا قال محمد في كتاب الصلوٰة تو اس سے مراد مبسوط کے یہی ابواب ہیں۔

اسی مبسوط کے بارے میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک نصرانی عالم اس کا مطالعہ کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا اور اس کتاب بارے یہ کہا کہ "هذا كتاب محمدكم الأصغر، فكيف كتاب محمدكم الأكبر؟"[1] امام شافعی نے اس مبسوط کو حفظ کیا تھا اور کتاب الام میں اس کی نقل کی ہے۔ مولانا ابو الوفا افغانی نے اس کتاب پر تحقیق کر کے ہمارے سامنے پیش کیا۔ کتاب کی تصحیح کر کے پانچ جلدوں میں شائع کروایا۔

الاصل کا منہج واسلوب

اسلوبِ کتاب یہ ہے کہ امام محمد اس کتاب میں اپنی اور اپنے دونوں اساتذہ کی آراء نقل کرتے ہیں، اور عام طور پر دلائل بیان نہیں کرتے، مگر جن مسائل کے دلائل ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے عقلی اور نقلی دلائل بھی لکھتے ہیں۔ کتاب کا اندازِ بیان شگفتہ، عبارت سلیس اور آسان ہے۔

جو قول مطلقاً ذکر کیا جاتا ہے وہ اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اس پر ائمہ ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد) متفق ہیں اور اگر رائے میں اختلاف ہوتا ہے تو ہر ایک کے قول کی نسبت اس کی طرف کر دی جاتی ہے۔

امام محمد نے اپنی اس تصنیف میں فقہی مسائل کے موضوعات کے لحاظ سے ابواب قائم کرنے کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ جب وہ ایک موضوع کے مسائل کو مکمل طور پر بیان کر دیتے ہیں تو اسے کتاب کا نام دیتے ہیں۔ مثلا: كتاب الصلوة، كتاب الزكوة، كتاب الرهن ، كتاب الشفعة وغیرہ۔

---

[1]- الکوثری، بلوغ الامانی، ص62

جب ان مختلف کتب کو جمع کر کے ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیا گیا تو تصانیف کا ایک مجموعہ وجود میں آ گیا۔ یہ مجموعہ فقہی ابواب کی تفریعات و تفاصیل پر مشتمل تھا، لہذا متفرق کتب کے اس مجموعے کا نام المبسوط رکھ دیا گیا۔

اسی بناء پر فقہاء اس کا تذکرہ دو طرح سے کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اسے ایک کتاب سے، اور بعض اوقات اسے مجموعہ کتب سے تعبیر کرتے ہیں۔

جب کہا جائے کہ امام محمد نے کتاب الصیام میں فرمایا، یا امام محمد نے کتاب البیع والسلم میں فرمایا، تو اس سے ان کی مراد المبسوط کے مجموعہ کتب میں سے ایک کتاب ہوتی ہے۔

امام محمد نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں اختصار کے ساتھ جو لکھا ہے وہ اس کتاب کی تالیف میں آپ کے منہج کی پوری وضاحت کر دیتا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں کہ:

"أَبُو سُلَيْمَان الْجوزجَاني عَن مُحَمَّد بن الْحسن قَالَ قد بيّنت لكم قَول أبي حنيفَة وَأبي يُوسُف وَقَوْلِي وَمَا لم يكن فِيهِ اخْتِلَاف فَهُوَ قَوْلنَا جَمِيعًا" [2]

میں نے تمہارے سامنے ابو حنیفہ کے مسلک، ابو یوسف کے مسلک اور اپنے مسلک کی وضاحت کر دی ہے، جس مسئلے میں کسی اختلاف کا ذکر نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ ہم سب کا مسلک ہے"۔

امام محمد کبھی مکمل سند کے ساتھ حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے۔

"مُحَمَّد قَالَ أخبرنَا حَازِم بن إِبْرَاهِيم البَجلِيّ عَن سماك بن حَرْب عَن عِكْرِمَة مولى ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قبل شَهَادَة أَعْرَابِي وَحده على رُؤْيَة هِلَال شهر رَمَضَان قدم الْمَدِينَة فَأخْبرهُم أَنه قد رَآهُ فَأَمرهمْ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَن يَصُومُوا بِشَهَادَتِهِ"[3]

---

[2]۔ الشیبانی، کتاب الاصل، ج1، ص2

[3] الشیبانی، کتاب الاصل، ج2، ص306، باب الشہادۃ فی امر الدین، ج3، ص100؛ السرخسی، محمد بن احمد، شمس الائمہ، (م: 483ھ)، المبسوط، بیروت، دار المعرفۃ، 1414ھ/1993ء، ج10، ص167؛ الجصاص، احمد بن علی، ابو بکر، حنفی (م:370ھ)، الفصول فی الاصول، وزارۃ الاوقاف الکویتیہ، ط2، 1414ھ/1994م، ج3، ص82

اور کبھی صرف بلغنا سے بغیر سند کے روایت کرتے ہیں۔ جس کی مثال درج ذیل ہے۔

"وبلغنا أَن نَفرا من أَصْحَاب رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فيهم أَبُو طَلْحَة كَانُوا يشربون شرابًا لَهُم من الفضيخ فَأَتَاهُم آتٍ فَأخْبرهُم أَن الْخمر قد حرمت فَقَالَ أَبُو طَلْحَة يَا أنس قُم إِلَى هَذِه الجرار فاكسرها فَقُمْت إِلَيْهَا فكسرتها حَتَّى اهراق مَا فِيهَا والحجج فِي هَذَا كَثِيرَة"[4]

امام محمد کبھی حدیث کو بیان کرتے ہیں پھر اس کی مختلف تفریعات بیان کرتے ہیں۔

"محَمَّد قَالَ أخبرنَا وَكِيع عَن سُفْيَان الثَّوْريّ عَن سماك بن حَرْب عَن عِكْرِمَة أَن أَعْرَابِيًا شهد عِنْد رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فِي رُؤْيَة الْهلَال فَقَالَ تشهد أَن لَا إِلَه إِلَّا الله وَأَنِّي رَسُول الله فَقَالَ نعم فَأمر النَّاس فصاموا۔"[5]

---

[4]الشیبانی، کتاب الاصل، ص98؛ الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (م: 310ھ)، جامع البیان فی تأویل القرآن، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ط 1، 1420ھ-2000ء، ج10، ص578؛ القرطبی، محمد بن احمد، ابو عبد اللہ، شمس الدین (م: 671ھ)، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب المصریہ، ط2، 1384ھ-1964 م، ج6، ص293؛ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، بصری ثم الدمشقی (م: 774ھ)، تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، منشورات محمد علی بیضون، ط 1، 1419ھ، ج3، ص182؛ مالک بن انس، امام، مدنی (م: 179ھ)، موطا الامام مالک، لبنان، بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1406ھ، 1985ء، ج2، ص846، موطا امام محمد، ج1، ص249، الشافعی، محمد بن ادریس، ابو عبد اللہ (م: 204ھ)، مسند شافعی، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1400ھ، ج2، ص94؛ نیشاپوری، یعقوب بن اسحاق، ابو عوانہ (م: 316ھ)، مستخرج ابی عوانہ، بیروت، دار المعرفۃ، ط1، 1419ھ/1998م، ج5، ص91؛ البیہقی، احمد بن حسین، خراسانی، ابو بکر (م: 458ھ)، معرفۃ السنن والآثار، دمشق، بیروت، دار قتیبہ، ط1، 1412ھ/1991ء، ج13، ص8

[5]- الشیبانی، کتاب الاصل، باب الشہادۃ فی امر الدین، ج3، ص100؛ ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، ابو بکر (م: 235ھ)، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، ریاض، مکتبۃ الرشد، ط 1، 1409ھ، ج2، ص320؛ الطحاوی، احمد بن محمد بن سلامہ، ابو جعفر، مصری (م: 321ھ)، شرح مشکل الآثار، لبنان، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ط1، 1415ھ/ 1994ء، ج1، ص425؛ الدار قطنی، علی بن عمر، ابو الحسن، بغدادی (م: 385ھ)، سنن دار قطنی، لبنان، بیروت، مؤسسۃ الرسالہ، ط1، 1424ھ-2004ء، ج3، ص104؛ القرافی، احمد بن ادریس، شہاب الدین، ابو العباس، مالکی، (م: 684ھ)، الفروق (انوار البروق فی انواء الفروق)، عالم الکتب، س۔ن، ج114، 71، 4؛ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، ابو محمد، دمشقی، حنبلی، (م: 620ھ)، الکافی فی فقہ الامام احمد، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ط1، 1414ھ/1994ء، ج4، ص229؛ الجرجانی، ابو احمد بن عدی (م: 365ھ)، الکامل فی ضعفاء الرجال، لبنان، بیروت، الکتب العلمیہ، ط1، 1418ھ/1997ء، ج7، ص561

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اکیلے شخص کی گواہی بھی دین میں جائز ہے۔

لیکن عید الفطر کے چاند کے بارے میں دو آزاد شخصوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

اگرچہ عید الفطر کا چاند دینی معاملہ ہے اس میں کچھ فائدے بھی ہیں۔لوگ افطار کر کے روزے ترک کر سکتے (عید کی خوشیاں منا سکتے ہیں) لیکن یہ حکم اپنے مصدر پر جاری رہے گا۔اور اس میں صرف وہی گواہی قبول کی جائے گی جو احکام میں قبول کی جاتی ہے۔

اور ماہ رمضان کے چاند کے بارے میں ایسے ایک یا دو مسلمانوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی جن کی گواہی جائز نہ ہو، جو تہمت زدہ ہو۔

ایسا ثقہ آزاد مرد، عورت لونڈی جسے حد قذف نہ لگی ہو اس کی گواہی اس جائز ہے۔[6]

امام محمد نے المبسوط میں شیخین (امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف) اور اپنے مذہب کے مطابق فروعی مسائل بیان کیے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ابن ابی لیلی، زفر بن حسن، اور اہل مدینہ کی آراء بھی بیان کی ہیں، تاہم اس ضخیم کتاب میں ان حضرات کی آراء کا حصہ بہت کم ہے۔[7]

مختلف آراء کی دوسری مثال درج ذیل ہے:

امام محمد فرماتے ہیں کہ اذخر گھاس کے علاوہ حرم پاک کی گھاس (یہ جانوروں) کو نہ چرایا جائے اور نہ ہی اسے کاٹا جائے۔کیونکہ اس بارے میں ہم تک رسول اللہ ﷺ کی حدیث پہنچی ہے، امام اعظم ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس گھاس کو چرانے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن اسے اکھاڑہ نہ جائے۔اور ابن ابو لیلی نے کہا کہ گھاس کو اکھاڑہ بھی جا سکتا ہے اور جانوروں کو چرایا بھی جا سکتا ہے۔[8]

---

[6] الشیبانی، کتاب الاصل، باب شہادۃ فی امر الدین، ج3، ص101، 102

[7] ۔الشیبانی، کتاب الاصل، باب شہادۃ فی امر الدین، ج3، ص445

[8] ۔ایضاً، ص462

امام محمد بالعموم مذکورہ تمام فقہاء کی آراءاور اپنی خاص آراء کو صرف تحریر کر دینے پر اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ ان کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ یہ آراء قبول کر لیتے ہیں۔ یا انہیں مسترد کر دیتے ہیں۔

جس کی مثال درج ذیل ہے:

ابو سلیمان جوزجانی نے امام محمد سے پوچھا کہ:

ایک شخص نے نماز پڑھتے ہوئے سجدے کی جگہ سے مٹی کو پھونک ماریاور اس پھونک کی آواز سنی گئی تو آپ نے فرمایا اس کا یہ عمل نماز میں کلام کرنے کے مترادف ہو گا۔ یہ عمل نماز کو توڑ دے گا۔ یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے ابو یوسف فرماتے ہیں اس عمل سے نماز نہیں ٹوٹے گی۔ ہاں اگر اس کا ارادہ "ف" کی آواز نکالنے کا ہو تو پھر نماز ٹوٹے گی، اس قول کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ابو یوسف کا پہلا قول تھا اس سے آپ نے رجوع کر لیا تھا۔[9]

امام محمد اپنی تعلیلات بیان کرتے ہوئے اس حکم کی وجہ بیان کرنے کے لیے نظائر و اشباہ بیان کرنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ یہی منہج و اسلوب آپ کی تمام تصنیفات میں نمایاں نظر آتا ہے۔

احادیث نبویہ سے مثالیں:

امام محمد کا اسلوب یہ بھی ہے کہ آپ مسائل کا حل بیان کرتے ہوئے احادیث مبارکہ سے مثالیں بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام محمد فرماتے ہیں:

"بلغنا عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال من وقتنا له وقتا فهو له وقت ولمن مر به من غير أهله من أراد الحج فكل من أراد مكة لحاجة أو إحرام والوقت بينه وبينها فلا يجاوز الوقت إلا محرما ومن

[9]۔ الشیبانی، کتاب الاصل، ج1، ص12

كان من وراء الوقت إلى مكة فله۔ أن يدخلها لحاجته بغير إحرام بلغنا عن ابن عمر رضي الله عنهما أنه خرج من مكة إلى قديد ثم رجع إلى مكة فدخلها بغير إحرام۔" [10]

امام محمد فرماتے ہیں ہم تک نبی کریم ﷺ کی یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا ہم نے میقات مقرر کیا ہے جو شخص بھی اہل مکہ کے علاوہ حج کے ارادہ سے گزرے وہ اسی کا میقات ہے۔ تو ہر وہ شخص جو مکہ یا حرم پاک کی طرف حج کے ارادہ سے جائے اور راستہ میں میقات ہو تو وہ میقات سے احرام باندھے بغیر نہ جائے۔ اور جو شخص میقات سے پیچھے مکہ کی طرف رہتا ہو وہ احرام باندھے بغیر مکہ میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے امام محمد فرماتے ہیں ہمیں عبداللہ بن عمر کے بارے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ مکہ سے قدید کی طرف گئے پھر واپسی پر مکہ میں بغیر احرام باندھے داخل ہوئے۔

امام محمد فرماتے ہیں:

"نمازی رکوع میں تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** اور سجود میں تین تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلیٰ** کہے کیونکہ یہ رکوع اور سجدہ میں تسبیحات پڑھنے کی کم از کم مقدار ہے۔"

اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں تین مرتبہ **سبحان ربی العظیم** اور سجدوں میں تین تین مرتبہ **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھا کرتے تھے۔[11]

اس کتاب کی اتنی بڑی ضخامت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ جن فقہی فروع پر مشتمل ہے، ان کی غالب اکثریت فرضی مسائل پر مشتمل ہے۔

ابو سلیمان جوزجانی کہتے ہیں کہ امام محمد سے پوچھا کہ آپ کا خیال ہے کہ سجدے میں پیشانی اور ناک (دونوں) زمین پر رکھا جائے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں! میں نے عرض کی اگر ایک شخص سجدے میں پیشانی زمین پر رکھتا ہے ناک نہیں

---

[10] ۔ الشیبانی، کتاب الاصل، باب المواقیت، ج2، ص518؛ السرخسی، المبسوط، ج4، ص167؛ الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، علاء الدین، حنفی، (م: 587ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، لبنان، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ط2، 1406ھ / 1986ء، ج2، ص164

[11] ۔ الشیبانی، کتاب الاصل، باب الدخول فی الصلاۃ، ج1، ص6

رکھتا یا ناک رکھتا ہے پیشانی نہیں رکھتا اس بارے کیا خیال ہے ؟تو آپ نے فرمایا امام ابو حنیفہ کے مطابق اس کی نماز مکمل ہو جائے گی لیکن اس نے برا کیا۔

لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اگر وہ سجدے میں پیشانی زمین پر رکھنے کی قدرت کے باوجود صرف ناک زمین پر لگاتا ہے تو ایسا کرنا اس شخص کے لیے جائز نہیں۔ اور اگر وہ سجدے میں صرف پیشانی زمین پر رکھتا ہے ناک نہیں رکھتا تو ایسا کرنا جائز ہے۔[12]

دوسری صدی ہجری میں فقہ تقدیری (فرضی مسائل پر مشتمل فقہ) کا ارتقاء ہوا۔ اس کا آغاز پہلی صدی ہجری کے اواخر سے ہو چکا تھا۔ خاص طور پر عراق میں اس کا رواج عام تھا۔ امام اعظم ابو حنیفہ اپنے ہم عصر فقہاء میں سب سے زیادہ فرضی مسائل پر توجہ دیتے اور ان کے وقوع پذیر ہونے کا اندازہ کر کے اس کے احکام بیان کرتے تھے۔ اس سلسلے میں امام اعظم ابو حنیفہ کے تلامذہ نے ان کے منہج کی پیروی کی۔ جس کی مثال درج ذیل ہے:

امام محمد فرماتے ہیں:

"محرم رمى صيدا فجرحه ثم كفر عنه ثم رآه بعد ذلك فقتله قال عليه كفارة أخرى ولو لم يكفر عنه في لأولى لم يضره ولم يكن عليه فيها شيء إذا كفر في هذه الأخيرة إلا ما نقصته الجراحة الأولى محرم جرح صيدا ثم كفر عنه قبل أن يموت ثم مات أجزته۔"[13]

امام محمد نے بھی اپنی کتاب المبسوط یا الاصل میں شیخین کے اور اپنے بیان کردہ ایسے فقہی فروع تحریر کیے ہیں جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے تھے بلکہ ممکن الوقوع تھے۔ جس کی مثال یہ ہے۔

---

[12]۔ الشیبانی، کتاب الاصل، ج1، ص13

[13]۔ الشیبانی، کتاب الاصل، ج2، ص448

"وإذا بلغت قيمة المقتول حملا أو عناقا لم يجزه الحمل والعناق في الهدي ما لم تبلغ قيمة المقتول ثمن جذع عظيم من الضأن أو ثنى من غيرها فعليه الصدقة أو الصيام وهذا قول أبي حنيفة وقال أبو يوسف ومحمد وابن أبي ليلى يجزى ذلك في جزاء الصيد للآثار التي جاءت ولأن الرجل قد يسمى الثوب والدراهم هديا ألا ترى أنه لو قال لله على أن أهدى هذه الدراهم كان عليه أن يفعل ولان الهدي قد يكون عناقا وجديا وفصيلا ألا ترى أنه لو أهدى ناقة فنتجت كان ولدها هديا معها ينحر ولو كان غير هدي لتصدق به ولم ينحر۔"[14]

امام محمد کی مذکورہ کتاب اور دیگر کتابوں میں فقہ تقدیری کے ضمن میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ مسائل جگہ جگہ بکھرے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ وحدت موضوع و فرضیت کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ ان کا باہمی رطب اور عقلی تسلسل ایسا ہے کہ ہر مسئلہ، اپنے بعد آنے والے مسئلے کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور ایک ایک مسئلہ اپنی ممکنہ عقلی صورتوں کے لحاظ سے مذکور ہے۔

امام محمد نے کتاب الاصل میں دلائل تو ذکر کیے ہیں لیکن آپ کا اصل مقصد زیادہ سے زیادہ فقہی فروعات کو ذکر کرنا تھا جس کی طرف اشارہ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا نام ذکر کرتے ہوئے کیا: **کتاب الاصل فی الفروع** [15]

اس کتاب کی ضخامت کے اعتبار سے اس میں دلائل کچھ زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ جو دلائل آپ نے ذکر کیے ہیں انہیں کبھی کبھار تو اس کی بعض کتب کے شروع میں ذکر کرتے ہیں اور کبھی ابواب کے آغاز میں اور کبھی فصول کی درجہ بندی کرتے وقت مذکور ہوتے ہیں۔

---

[14]۔ الشیبانی، کتاب الاصل، باب جزاء الصید، ج2، ص447

[15] حاجی خلیفہ، کشف الظنون، ج1، ص81

کتب کے شروع میں دلائل ذکر کرنے کی مثال

امام محمد کتاب الولاء کے آغاز میں مسئلہ ولاء کو بیان کرنے کے لیے اپنی سند سے متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: **اَلْوَلَاء للكبر** ولاء بڑے کے لیے ہے۔

ان صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عمر بن خطاب، علی بن ابو طالب، ابی بن کعب، ابو مسعود انصاری، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کا نام موجود ہے۔

اس کے بعد امام محمد امام اعظم ابو حنیفہ کی سند سے مشہور تابعی ابراہیم نخعی سے بھی یہی قول بیان کر کے فرماتے ہیں کہ یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔ اور وہ ولاء کے مسئلہ میں اسی کو دلیل بناتے ہیں۔[16]

ابواب کے شروع میں دلائل ذکر کرنے کی مثال

امام محمد کبھی کبھار ابواب کا آغاز کرتے ہیں۔ کتاب و سنت میں سے اس باب سے متعلقہ روایت کو بطور دلیل ذکر کرتے ہیں۔ جس طرح کہ آپ نے **باب ما جاء في القيام في الفريضة**، کے آغاز میں ہی رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ "جو شخص کسی قوم کی امامت کرے تو وہ انہیں کمزوروں کی طرح نماز پڑھائے، کیونکہ انہیں مقتدیوں میں مریض اور چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں۔[17]

"بلغنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال من أم قوما فليصل بهم صلاة أضعفهم فإن فيهم المريض والصغير۔"

---

[16]۔ الشیبانی، کتاب الاصل، کتاب الولاء، ج4، ص147

[17]- الشیبانی، کتاب الاصل، ج1، ص161

کبھی فصول کے اندر دلائل ذکر کرتے ہیں:

ابو سلیمان جوزجانی کہتے ہیں میں نے امام محمد سے پوچھا کہ وتر نماز میں قراءت کیسے کی جائے اور اس میں کیا پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا (قرآن میں سے) جو بھی پڑھ لیا جائے ٹھیک ہے۔ اس ساتھ ہی امام محمد نے یہ حدیث بیان کی کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے وتر کی پہلی رکعت میں ﴿سبح اسم ربك الأعلى﴾[18] دوسری رکعت میں ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾[19] اور تیسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَاللَّهُ أَحَدٌ﴾[20] کی تلاوت کی اور دعائے قنوت بھی پڑھی۔[21]

امام محمد اس صورت میں دلائل بیان نہیں کرتے جب آپ کے طبقے کے جمہور فقہاء کے اختیار کردہ مسائل پر احادیث دلالت کرتی ہوں۔ آپ صرف ان مسائل کے بارے میں دلائل بیان کرتے ہیں جن کے بارے میں جمہور فقہاء دلائل بیان نہیں کرتے۔ اسی لیے ابو سلیمان جوزجانی اس کتاب کے شروع میں امام محمد بن حسن بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا کہ "میں نے تمہارے لیے امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور اپنا قول بیان کر دیا ہے اور جس میں اختلاف بیان نہ کروں وہ ہم سب کا قول ہے"۔[22]

"ابُو سُلَيْمَان الْجوزجَاني عَن مُحَمَّد بن الْحسن قَالَ قد بيّنت لكم قَول أبي حنيفَة وَأبي يُوسُف وَقَوْلِي وَمَا لم يكن فِيهِ اخْتِلَاف فَهُوَ قَوْلنَا جَمِيعًا۔"

---

[18]۔ الاعلیٰ 1:87

[19]۔ الکافرون 1:109

[20]۔ الاخلاص 1:112

[21]۔ ایضاً: ج1، ص161

[22] الشیبانی، کتاب الاصل، ج1، ص1

اس کتاب میں بعض صحابہ اور فقہاء تابعین کی آراء کی طرف آپ کا اشارہ کرنا بھی دلائل کے قبیل میں سے ہے۔ ان حضرات صحابہ و تابعین میں عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، ابراہیم نخعی اور سعید بن جبیر شامل ہیں۔

کتاب الاصل کے باب الاعتکاف میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کا یہ قول ذکر کرتے ہیں کہ "

لا اعتکاف إلا بصوم[23] روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔

یعنی رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے والے شخص کے لیے روزہ رکھنا لازمی ہے اس کے بغیر اس کا اعتکاف کرنا درست نہیں۔

اسی طرح امام محمد امام ابو حنیفہ کی سند سے مشہور تابعی ابراہیم نخعی کا یہ قول ذکر کرتے ہیں کہ "عید الاضحیٰ والے دن کوئی چیز کھائے بغیر نماز کے لیے جانا اور عید الفطر کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے"[24]۔

نتائج البحث

- ✓ امام محمد بن حسن شیبانی 132ھ میں پیدا ہوئے 189ھ میں وفات پائی اور ایران کے علاقے رے (تہران) میں دفن ہوئے۔
- ✓ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک امام ابو یوسف، مسعر بن کدام، سفیان بن عیینہ، مالک بن مغول اور امام اوزاعی وغیرہ جیسی عظیم شخصیات کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کیے۔

23۔ ایضاً، باب الاعتکاف، ج2، ص268

24۔ الشیبانی، کتاب الاصل،، کتاب نوادر الصیام، ج2، ص313

کتاب الاصل (المبسوط) از امام محمد کا تعارف، منہج واسلوب

- ✓ امام محمد بن ادریس شافعی، امام جرح وتعدیل یحییٰ بن معین اور امام بخاری کے استاذ و شیخ امام ابو حفص کبیر، ابو عبید قاسم بن سلام، ہشام بن عبید اللہ رازی، علی بن مسلم طوسی، محمد بن سماعہ، یحیی بن صالح الوحاظی، ابو سلیمان جوزجانی ﷺ جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔
- ✓ آپ نے اپنا زیادہ تر وقت، مال اور جسمانی قویٰ کو شریعت اسلامیہ کی ترویج واشاعت کے لیے خرچ کیا۔
- ✓ امام محمد قرآن، حدیث، فقہ، لغت، اور جرح وتعدیل جیسے علوم میں مہارت تام رکھتے تھے۔
- ✓ آپ کی کتب کو پڑھنے والا چاہے کسی بھی مذہب یا مسلک سے تعلق رکھتا ہو، وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔
- ✓ آپ نے متعدد کتب تصانیف کیں جنہیں ظاہر الروایہ، نادر الروایہ وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
- ✓ امام محمد نے اپنی اس کتاب کا مواد امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے دروس میں شرکت، اور اپنے ہم عصر دیگر فقہاء سے ملاقاتوں کے ذریعے حاصل کیا۔ امام محمد کو اپنی علمی زندگی کے آغاز سے ہی تدوین فقہ سے قلبی لگاؤ تھا۔ اسی دلی وابستگی نے یہ عظیم الشان علمی مواد جمع کرنے میں مدد دی۔ پھر آپ نے اسے مرتب کیا اور اس طریقے پر ابواب میں تقسیم کیا، جس صورت میں وہ آج ہم تک پہنچا ہے۔
- ✓ اس کتاب کا قاری محسوس کرے گا کہ بعض امور کو اس میں تکرار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی محسوس کرے گا کہ اس کے ابواب اور کتب سوال وجواب کے طرز پر ہیں یا قال (اس نے کہا) اور قلت (میں نے جواب دیا) کے انداز میں ہیں۔ بعض مسائل اس طریقے سے ہٹ کر بھی بیان کیے گئے ہیں۔
- ✓ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ امام محمد نے بعض مباحث اسی طرح مدون کیے جس طرح آپ نے علماء کی مجلس میں شریک ہو کر ان سے سنے تھے۔ اگرچہ آپ نے ان مباحث میں اپنے اور دیگر علماء کے نقطہ نظر کا اضافہ بھی کیا ہے۔ دراصل یہ فقہاء، بالخصوص دوسری صدی کے عراقی فقہاء کے امام، یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کے سامنے ایسا انداز اختیار کرتے تھے جو سوالات اٹھانے، ان کا جواب دینے اور ان سوالات سے فرضی اور تقدیری مسائل نکالنے پر مبنی ہوتا تھا۔